سیّد مظفّر اقبال

علمائے برصغیر اور مطالعۂ مسیحیت

مولانا سیّد محمد علی مونگیری

مولانا سیّد محمد علی مونگیری کا شمار ہندوستان کے مشہور و معروف علماء و روحانی پیشواؤں میں ہوتا ہے۔ آپ کے سوانح حیات کے سلسلے میں اب تک میری نظروں سے مندرجہ ذیل سات کتابیں گزری ہیں۔

۱۔ مقاماتِ محمدیہ	مؤلفہ عبدالوارث خان
۲۔ افاداتِ محمدیہ	مؤلفہ عبدالوارث خان
۳۔ سلاسلِ محمدیہ	مؤلفہ ابو یحیٰ محمد اسحاق رحمانی
۴۔ کمالاتِ محمدیہ ملقب بہ تجلیاتِ رحمانیہ	مؤلفہ مولوی محمد علی حسن
۵۔ کراماتِ محمدیہ	مؤلفہ مولوی عبدالعزیز بہاری
۶۔ ذکرِ مرشد (منظوم)	مؤلفہ مضطر مظفر پوری اور
۷۔ سیرت مولانا محمد علی مونگیری	مؤلفہ محمد الحسنی

ان میں آخر الذکر کتاب سب سے مفصّل اور مستند ہے اور اس میں اوّل الذکر چھ کتابوں کا مواد بھی آگیا ہے چنانچہ اسی کی روشنی میں مولانا کے احوال مختصر طور پر درج کیے جاتے ہیں:

مولانا کی ولادت ۳ شعبان ۱۲۶۲ھ/ ۲۸ جولائی ۱۸۴۶ء کو کانپور میں ہوئی۔ سلسلہ نسب کئی واسطوں سے حضرت عبدالقادر جیلانی تک پہنچتا ہے۔ مولانا کی عمر ابھی دو سال کی تھی کہ ان کے والد مولوی سیّد عبدالعلی صاحب کا انتقال ہوگیا۔ اس کے بعد آپ کی پرورش اپنے دادا سیّد شاہ غوث علی کے زیرِ سایہ ہونے لگی، لیکن ابھی دس بارہ سال کے ہوئے تھے کہ جدّ امجد کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا۔ اس کے بعد گھر میں عورتیں رہ گئیں اور آپ کی تربیّت زیادہ تر آپ کی والدہ کے ہاتھوں انجام پائی۔ ابتدائی تعلیم اپنے چچا ظہور علی اور مولانا سیّد عبدالواحد بلگرامی سے حاصل کی۔ اس کے بعد درسیات کی تکمیل استاذ الاساتذہ مولانا لطف اللہ علی گڈھی اور مفتی عنایت احمد کاکوروی سے کی۔ آپ مدرسہ "فیضِ عام کانپور" کے اوّلین طلباء میں سے تھے۔ ظاہری علوم کے ساتھ آپ باطنی علوم کے سیکھنے کی طرف بھی شروع ہی سے متوجہ رہے، چنانچہ ابتداء میں حافظ محمد صاحب اور مولانا کرامت علی قادری صاحب سے فیض یاب

ہوئے۔ اس کے بعد مولانا فضلِ رحمٰن گنج مراد آبادی کے دست مبارک پر بیعت ہوگئے اور بڑی تیزی سے سلوک و عرفان کی منزلیں طے کیں۔ مولانا سے بیعت ہونے کے بعد حدیث کی مزید تعلیم و تکمیل کا شوق پیدا ہوا، چنانچہ اس عہد کے مشہور و نامور محدّث مولانا احمد علی سہارنپوری سے تکمیل کی اور سند حاصل کی۔ اس کے بعد مولانا فضلِ رحمٰن گنج مراد آبادی نے اپنا خلیفہ مقرر کیا اور بیعت کی اجازت دی۔

حصولِ علم و عرفان کے بعد مولانا نے کانپور میں پہلے دُلاری کی مسجد اور اس کے بعد مدرسہ فیض عام میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا اور بڑی تعداد میں طلباء آپ کے حلقۂ درس میں داخل ہونے لگے۔

درس و تدریس کے علاوہ مولانا نے تہذیبی و ثقافتی سرگرمیوں میں بھی حصّہ لیا۔ چنانچہ اسی زمانے میں آپ نے کانپور میں "انجمن تہذیب" کے نام سے ایک انجمن قائم کی لیکن مولانا کی دوسری سرگرمیوں کے باعث یہ کچھ عرصہ کے بعد ختم ہوگئی۔ اس عہد میں تبلیغ مسیحیت کی تحریک اپنے عروج پر تھی اور مولانا کے وطن کانپور میں عیسائیوں کی متعدّد مشنریاں قائم تھیں۔ اس کے علاوہ مولانا لطف اللہ علی گڈھی صاحب سے جس دور میں مولانا علی گڑھ میں تعلیم حاصل کر رہے تھے، ان کی ملاقات ایسے طلباء سے ہوئی تھی جن کے دل و دماغ پر عیسائیت کی تبلیغ کا اثر پڑ رہا تھا، چنانچہ مولانا نے اس تحریک کے توڑ کا کام شروع کیا اور ۱۲۸۹ھ میں انہوں نے کانپور سے ایک رسالہ "منشور محمدی" نام کا خاص ردِّ عیسائیت کے مقصد کے تحت جاری کیا۔ یہ رسالہ چار پانچ سال تک گراں قدر خدمات انجام دے کر بند ہو گیا۔ اس کے بعد مولانا نے ردِّ عیسائیت میں کثرت سے رسالے اور کتابیں تصنیف کیں جن کا ذکر آگے آئے گا۔

اسی زمانے میں مولانا اپنے مرشد مولانا فضلِ ارحمٰن گنج مراد آبادی کے اشارہ پر ملازمت کے سلسلے میں حیدرآباد تشریف لے گئے، لیکن جلد ہی اسے ترک کرکے واپس آگئے اور پھر اپنے [دعوتی و دینی] کام میں مصروف ہوگئے۔

مولانا کے عہد میں ہندوستان کے علماء آپس میں برسرپیکار تھے۔ مقلّد غیر مقلّد، وہابی حنفی اور دیوبندی بریلوی کا جھگڑا اپنے عروج پر تھا۔ ساتھ ہی قدیم عربی مدارس کا نظامِ تعلیم بالکل کُہنہ اور فرسودہ ہو چکا تھا اور اس میں اصلاح و ترمیم کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی۔ مولانا شروع سے ہی ان مسائل پر سوچتے تھے اور اس صورتِ حال کا مقابلہ کرنے کی تیاری کر رہے تھے چنانچہ انہوں نے تحریک ندوۃ العلماء کی بنیاد ڈالی۔ سب سے پہلے انہوں نے ۱۳۱۰ھ/ ۱۸۹۲ء میں مدرسہ فیض عام کانپور کے جلسہ دستار بندی کے موقع پر علماء کے ایک جلسہ میں اس تحریک کا خاکہ پیش کیا۔ اس جلسہ میں اس وقت ملک کے نامور علماء شریک تھے۔ انہوں نے مولانا کے اس خیال کی پوری تائید کی اور اسی وقت ندوۃ العلماء کے نام سے ایک انجمن قائم ہوگئی جس کے پہلے ناظم مولانا موصوف ہی مقرّر ہوئے اور اس وقت سے ۱۳۲۱ھ/ ۱۹۰۳ء تک مسلسل اس عہدہ پر فائز رہے۔ آپ کے عہد نظامت میں اس تحریک نے

غیر معمولی ترقی حاصل کی۔ ملک کے مختلف گوشوں میں اس کی شاخیں قائم ہوئیں اور اس کی سرپرستی میں ۱۳۱۶ھ/۱۸۹۸ء میں ملک کی عظیم دینی درسگاہ "دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ" کا قیام عمل میں آیا جس کا اوّلین نصابِ درس بھی مولانا ہی کا تیار کردہ تھا۔

مشغلہ درس و تدریس اور تحریک ندوہ کی خدمات کے ساتھ ساتھ رشد و ہدایت کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ مولانا فضلِ رحمٰن صاحب گنج مراد آبادی نے اپنی زندگی ہی میں لوگوں کو مولانا کی طرف رجوع کرنا شروع کر دیا تھا چنانچہ بڑی تعداد میں لوگ آپ سے مرید ہو رہے تھے۔ ان میں اکثریت شمالی ہند خصوصاً صوبہ بہار کے لوگوں کی تھی، چنانچہ ۱۳۰۰ھ سے ہی آپ کے تعلقات بہار سے قائم ہو گئے تھے اور آمدورفت شروع ہو گئی تھی۔ ۱۳۱۳ھ میں آپ کے مرشد مولانا مولانا فضلِ رحمٰن گنج مراد آبادی نے انتقال فرمایا۔ اس کے بعد یہ سلسلہ اور بڑھ گیا، یہاں تک کہ ۱۳۲۰ھ کے اواخر میں مولانا نے کانپور چھوڑ کر مونگیر میں مستقل طور پر اقامت اختیار کرلی۔ اس دور میں بہار میں قادیانی تحریک اپنے عروج پر تھی۔ مولانا نے اس تحریک کے خلاف لکھنا شروع کیا اور اپنے مریدین اور متوسّلین کو بھی اس پر آمادہ کیا چنانچہ ان کی کوششوں سے قادیانی تحریک کی تردید میں ایک بڑا لٹریچر جمع ہو گیا۔

آخر کار یکم ربیع الاوّل ۱۳۴۶ھ/۱۳ ستمبر ۱۹۲۷ء کو بعد نمازِ ظہر مولانا نے مونگیر ہی میں انتقال فرمایا اور اپنی خانقاہ کے احاطے میں مدفون ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ردِّعیسائیت، ردِّ قادیانیت اور سلوک و تصوف میں بلامبالغہ مولانا نے سو سے زیادہ کتابیں لکھی ہیں جن میں سے بیش تر اب نایاب ہیں۔ ردِّعیسائیت میں مولانا کی جو تصانیف مجھے دستیاب ہوئی ہیں، یہاں ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ ترانۂ حجازی (مطبوعہ بار اوّل ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء، بار دوم ۱۳۳۶ھ/۱۹۱۷ء از مطبع رحمانیہ مونگیر، تعداد صفحات ۲۷ اور سائز ساڑھے چوبیس اور ساڑھے پندرہ س-م)

۱۸۷۱ء میں پادری عماد الدین اور لکھنؤ کے ایک مجتہد صاحب کے درمیان تحریری مناظرہ ہوا تھا جس کو ایک عیسائی نے نغمۂ طنبوری کے نام سے شائع کیا اور اس میں چند سوالات کا بھی اضافہ کر دیا۔ مولانا نے ان ہی سوالات کے جواب میں یہ کتاب لکھی ہے اور ساتھ ہی پادری صاحب کے خیالات کی مدلّل تردید کی ہے۔

۲۔ مراۃ الیقین لاغلاط ہدایۃ المسلمین (مطبوعہ مطبع نامی واقع کانپور، سنہ طبع ۱۳۰۰ھ/۱۸۸۲ء بار اوّل، تعداد صفحات ۶۰ اور سائز پچیس ضرب ساڑھے پندرہ س-م)

مولانا رحمت اللہ کیرانوی کی کتاب "اعجازِ عیسوی" کے جواب میں پادری عماد الدین نے "ہدایۃ المسلمین" کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی۔ مولانا نے اس کتاب کی تردید میں یہ کتاب لکھی ہے۔

۳۔ تکمیل الادیان باحکام القرآن ملقب بہ آئینہ اسلام (مطبوعہ ۱۳۰۱ھ/۱۸۸۳ء بار اوّل از مطبع

نامی کانپور، ۱۳۳۶ھ/۱۹۱۷ء از مطبع رحمانیہ، مونگیر، تعداد صفحات ۸۰ اور سائز چوبیس ضرب ساڑھے پندرہ س-م)

مولانا نے حیدر آباد کے قیام کے دوران ۱۲۹۷ھ میں اپنے احباب کے اصرار سے مشہور مبلغِ مسیحیت منشی صفدر علی کی کتاب "نیاز نامہ" کا مفصّل جواب لکھا جس کے ایک حصّہ میں تعلیمِ محمدی کی خوبیوں کا ذکر کیا گیا ہے اور توریت و انجیل سے مقابلہ کر کے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ دینِ اسلام نے ادیانِ سابقہ کی تکمیل کی اور قرآن مجید مکمّل توریت و انجیل ہے، چنانچہ تکمیلِ اخلاق کے لیے مذہب اسلام پر عمل کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ اس حصّے کو علیحدہ کر کے "تکمیلُ الادیان باحکام القران ملقّب بہ آئینۂ اسلام" کے نام سے شائع کیا گیا ہے۔

۴۔ دفع التلبیسات حصّہ اوّل (مطبوعہ مطبع نامی، کانپور، سنہ طبع ۱۳۰۲ھ/۱۸۸۴ء، بار اوّل تعداد صفحات ۱۷۴ اور سائز چوبیس ضرب ساڑھے پندرہ س-م)

اثباتِ نبوت محمدؐی اور اناجیل مروجہ کی تحریف پر بحث کی گئی ہے۔

۵۔ پیغامِ محمدؐی حصّہ اوّل (مطبوعہ ۱۳۰۸ھ/۱۸۹۰ء بار اوّل از مطبع نامی کانپور، ۱۳۳۱ھ/ ۱۹۱۲ء باردوم از مطبع دی پرنٹنگ ورکس دہلی، تعداد صفحات ۳۲۳ اور سائز ساڑھے تئیس ضرب ساڑھے پندرہ س-م)

یہ کتاب منشی صفدر علی کی کتاب "نیاز نامہ" اور پادری ٹھاکر داس کی کتاب "عدمِ ضرورتِ قرآن" کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ پوری کتاب دو جلدوں میں ہے اور عیسائیت میں مولانا کی معرکتہ آلاراء تصنیف ہے جسے مولانا رحمت اللہ کیرانوی کی کتاب "اظہار الحق" اور "اعجازِ عیسوی" کی صف میں جگہ دی جاسکتی ہے۔ اس کے ایک حصے کا انگریزی ترجمہ بھی مولانا کے ایک متوسّل کی کوششوں سے شائع ہوا اور ہندو بیرون ہند کے عیسائی مشنریوں کو بھیجا گیا، لیکن ان سے کوئی جواب نہیں بن پڑا اس کا بنگلہ میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے۔

ان کتابوں کے علاوہ مولانا کی کتاب "آئینۂ اسلام" میں دو اور کتابوں کا ذکر ملتا ہے۔ ایک "ساطع البرہان" اور دوسری "براہین قاطعہ" ساطع البرہان میں قرآن مجید میں پادری عماد الدین کے اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے اور "براہین قاطعہ" میں عقائد مسیحیت کو دلیل و حجّت سے باطل قرار دیا ہے۔

مولانا کی ان کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے مسیحیت کی تاریخ اور عقائد کا بہت ہی گہرا اور وسیع مطالعہ کیا تھا، چنانچہ وہ مسیحیت کا ابطال خود عیسائی علماء کی کتابوں اور اقوال سے کرتے ہیں اور ساتھ ہی اسلام کی حقانیت پر مدلّل اور نہایت دل نشین بحث کرتے ہیں۔ مولانا کی زبان بہت ہی صاف ستھری اور پاکیزہ ہے اور عبارت میں سادگی، سلاست اور روانی ہے۔ نمونہ ملاحظہ ہو۔

(اناجیل مروجہ کو محرّف قرار دیتے ہوئے اور اپنی تائید میں ایک نامور عیسائی عالم کا قول پیش

کرتے ہوئے انجیل متی کا ذکر کرتے ہیں۔)

اس انجیل میں اوّل تو یہ اختلاف ہے کہ کس زبان میں لکھی گئی، اکثر علماء عیسائی اس بات کے قائل ہیں کہ متی حواری نے عبرانی میں لکھی تھی مگر اس کا وجود صفحہ عالم سے ناپید ہے۔ اس کا ترجمہ یونانی میں ہے۔ پھر تحقیقی طور پر یہ معلوم نہ ہوا کہ ترجمہ کس نے کیا اور کب ہوا بعض کہتے ہیں کہ یونانی میں لکھی تھی۔ بعض قائل ہیں کہ یونانی اور عبرانی دونوں میں لکھی تھی مگر کوئی دلیل نہیں ہے، صرف الکل پر مدار ہے۔ دوسرے اس امر میں اختلاف ہے کہ کب تصنیف ہوئی۔ ہارن صاحب اپنی تفسیر کی چوتھی جلد کے حصّہ دوم میں لکھتے ہیں کہ:- جو حالت ہم کو قدیم مورخوں و کلیسیا (کذا) سے انجیلوں کی تصنیف کے بارے میں ملے ہیں، ایسے غیر معین اور ابتر ہیں کہ کسی معین امر کی طرف نہیں پہنچاتے اور پرانے سے پرانے متقدمین نے اپنے وقت کی گپوں کو سچ خیال کر کے لکھ دیا اور اس کے بعد لوگوں نے ادب کی وجہ سے ان کے لکھے ہوئے کو قبول کر لیا اور یہ روایتیں جھوٹی سچی ایک لکھنے والے سے دوسرے لکھنے والے تک پہنچیں اور بعد گزر جانے مدت دراز کے ان کا پرکھنا غیر ممکن ہوگیا۔ [پیغام محمدی حصّہ اوّل، ص ۳۹]

طرزِ استدلال کا تمام کتابوں میں یہی انداز ہے جس سے مولانا کے تحقیقی ذوق کا ثبوت ملتا ہے۔

●●